سوال

(144)جعفی کا جابر سے سماع

جواب

السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

کیا حسین بن علی الجعفی کا عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے سماع ثابت ہے ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ!
الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

جلیل القدر محترم المقام برادرم وعزیزم میاں محمد علی صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ بمع متعلقین بخیریت تام ہوں گے۔

امابعد!آپ کا مکتوب ملا بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے یاد کیا جس کے لیے آپ کا شکریہ!

آپ نے جو حدیث شریف لکھی ہے اس کے متعلق یہ گذارش ہے کہ میں بھی ان محدثین و محققین کے زمرہ میں شامل ہوں جو اس حدیث مبارکہ کی تصیح کرتے ہیں۔ باقی اس کے متعلق جو علت بیان کی جاتی ہے وہ مرفوع ہے۔ (الحمدللہ) تفصیل درج ذیل ملاحظہ کریں گے۔

علت کے متعلق آپ نے پہلا حوالہ امام بخاری رحمۃاللہ علیہ کی کتاب ''تاریخ الکبیر'' کا دیا ہے اس کے لیے گذارش ہے کہ امام بخاری رحمۃاللہ علیہ نے عبارت اس طرح شروع کی ہے۔

''ویقال ہوالذی ''یعنی عبارت کے شروع میں صیغہ مجہول کو لایا گیا ہے جو تمریض پر دلالت کرتا ہے (یعنی اس طرح کہا گیا ہے) یعنی اس کا قائل (کہنے والا) نامعلوم ہے، لہذا اس سے حجت لینا درست نہیں ہوگا یہ رائے امام اعلی مقام کی اپنی ہوتی تو بیشک اس کو اہمیت ووزن حاصل ہوتا لیکن یہ قول کسی دوسرے کا ہے جس کا قائل نامعلوم ہے باقی رہی ''تاریخ الصغیر'' کی عبارت تو اس میں اہل الکوفۃ کے الفاظ ہیں۔

حسین بن علی جعفی ''کا نام صراحتا مذکور نہیں ہے اور ''اہل کوفۃ'' کا لفظ ابواسامہ (حماد بن اسامہ) پر صادق آتا ہے اور ابواسامہ واقعی عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے سماع نہیں کیا ہے بلکہ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم سے اور ابواسامہ کے عدم سماع سے یہ لازم نہیں آتا کہ حسین بن علی جعفی نے بھی ابن جابر سے نہ سنا ہو۔ امام ابن القیم ''جلاء الافہام'' میں یہ

لکھا ہے کہ اکثریت ائمہ حدیث اس طرف گئے ہیں کہ

ابواسامۃ عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے سماع نہیں کیا ہے بلکہ ابن تمیم سے کیا ہے۔

البتہ حسین بن علی جعفی نے دونوں سے سماع کیا ہے۔

(1):.....امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ:

((سالت محمد بن عبدالرحمن بن اَخی حسین الجعفی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر فقال قدم الکوفۃ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم و عبدالرحمن بن یزید بن جابر و الک بدہر والدی یحدث عنہ ابواسامۃ لیس ہوابن جابر ہوابن تمیم))

اس عبارت سے بھی معلوم ہواکہ ابواسامہ نے ابن جابر سے سماع نہیں کیا ہے بلکہ ابن تمیم سے باقی حسین جفعی کی ابن جابر سے سماع کی نفی اس میں نہیں ہے اورابن جابر بھی (اس عبارت سے معلوم ہواکہ) دومرتبہ کوفہ آئے تھے لہذاحسین جعفی کا سماع ممکن بلکہ قرین قیاس ہے۔

(2):.....امام ابوبکر بن ابی داود فرماتے ہیں کہ:

((سمع ابواسامۃ من ابن المبارک عن ابن جابر و جمیعا یحدثان عن مکحول وابن جابر ایضا دمشقی فلما قدم ہدا قال ان عبدالرحمن بن یزید الدمشقی حدث عن مکحول فظن ابواسامۃ انہ ابن جابر الدی روی عنہ ابن المبارک وابن جابر ثقۃ مامون یجمع حدیثہ وابن تمیم ضعیف))

اس عبارت سے بھی معلوم ہواکہ عبدالرحمن بن یزید کوابن جابر سمجھنے میں غلطی ابواسامہ نے کی ہے نہ کہ حسین جعفی نے کی ہے۔

(3):.....امام ابوداودالسنن میں فرماتے ہیں کہ (ابن تمیم) متروک الحدیث ہے:

((حدث عنہ ابواسامۃ وغلط فی اسمہ قال حدثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر الشامی وہکدا ماجاء عن ابی اَسامۃ عن عبدالرحمن بن یزید فانما ہوابن تمیم))

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بھی صاف بتارہی ہے کہ ابن جابر کے متعلق غلطی ابواسامہ سے ہوئی ہے اورجب بھی عبدالرحمن بن یزید سے روایت کرتا ہے تووہ ابن تمیم متروک ہی ہوتا ہے لیکن امام ابوداود نے بھی غلطی کرنے والوں میں حسین جعفی کانام شامل نہیں کیا ہے۔

بہرحال ابن جابر سے سماع کاانکاراکثرائمہ حدیث نے ابواسامہ کےلیے کیا ہے۔

حسین جعفی کےلیے رجال کی کتب تہذیب التہذیب للحافظ ابن حجرؒ وتہذیب الکمال للحافظ ابی الحجاج المزی میں عبدالرحمن بن یزید بن جابر کے تلامذہ میں حسین بن علی جعفی کانام جزم کے ساتھ استعمال کیا ہے اورحسین کے اساتذہ میں ابن جابر کانام بھی ''تہذیب الکمال ''للمزی میں موجود ہے۔ حافظ مزی عبدالرحمن بن یزید بن جابر کے متعلق فرماتے ہیں:

((روی عنہ حسین بن علی الجعفی وابواسامۃ حماد بن اَسامۃ ان کان محفوظا))

اس عبارت سے محفوظ ہواکہ حافظ مزی حسین کی روایت ابن جابر کے متعلق جزم کے ساتھ کہی ہے لیکن حماد بن اسامہ (ابواسامہ) کے متعلق شک ظاہر کیا ہے، اس لیے فرمایاکہ:

((ان کان محفوظا))

اس طرح ابن القیم ''جلاء الأفہام'' میں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابوحاتم کی کتاب ''الضعفاء'' پر کلام کرتے ہوئے فرمایا:

((قولہ حسین الجعفی روی عن عبدالرحمن بن یزید ابن جابر وابواسامۃ یروی عن عبدالرحمن بن یزید بن تمیم فغلط فی اسم جدہ))

اس سے معلوم ہوا کہ ابن جابر سے حسین روایت کرتا ہے، لیکن ابواسامہ ابن تمیم سے روایت کرتا ہے لیکن غلطی سے اس کے دادے کا نام ''تمیم'' کے بجائے جابر لیا گیا ہے۔

یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابن ابی حام کتاب العلل میں فرماتے ہیں کہ :

((سمعت ابی یقول عبدالرحمن بن یزید بن جابر لا اعلم احدا من اھل العراق یحدث عنہ والدمي عندي ان للدمي یروي عنہ ابواسامۃ حسین الجعفی واحد وھو عبدالرحمن بن یزید بن تمیم لان اباسامۃ یروي عن عبدالرحمن بن یزید عن القاسم عن ابی امامۃ خمسۃ احادیث اوستۃ احادیث منکرۃ لا یحتمل ان یحدث عبدالرحمن بن یزید بن جابر مسئلہ ولا اعلم احدا من اھل الشام روي ابن جابر من ہذہ الاحدیث شیئا واما حسین الجعفی فانہ یروي عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث عن اوس بن اوس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم الجمعۃ انہ قال افضل الایام یوم الجمعۃ فیہ الصعقۃ وفیہ النفخۃ وفیہ کذا وھو حدیث منکر لا اعلم احدا رواہ غیر الحسین الجعفی وامام عبدالرحمن بن یزید بن تمیم فھو ضعیف الحدیث وعبدالرحمن بن یزید بن جابر ثقۃ ثم کلامہ)) علل الحدیث جلد ۱ صفحہ ۱۹۷.

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحاتم نے حسین جعفی کی ابن جابر سے سماع کے انکار پر کوئی ٹھوس ثبوت نہیں پیش کیا ہے جو پانچ چھ حدیثیں ذکر کی گئی ہیں وہ ابواسامہ کے واسطے سے نہیں آخر اس میں حسین جعفی کا کیا قصور؟ کرے کوئی بھرے کوئی یہ کہاں کا انصاف ہے ؟

کیا حسین جعفی کا اہل عراق میں سے ہونا ہی اس پر دلیل ہے کہ وہ ابن جابر سے روایت نہیں کرتا؟ خود سوچیں کہ یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے ابواسامہ سے واقعتا کچھ غلطیاں ہوئی ہیں لیکن حسین جعفی کی اس قسم کی غلطی کسی نے بھی بیان نہیں کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ التقریب میں ابواسامہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :

((وکان باخرہ یحدث من کتب غیرہ))

یعنی آخر عمر میں وہ دوسروں کی کتابوں سے حدیثیں بیان کرتا تھا اور یہی سبب ہے کہ اس سے چند غلطیاں صادر ہوئی اس کے برعکس حسین جعفی پر ایسا کوئی الزام نہیں ہے بلکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تہذیب التہذیب میں محمد بن عبدالرحمن الہروی سے نقل کیا ہے کہ :

((مارایت اتقن منہ)) التہذیب : صفحہ ۳۰۸ جلد ۲ طبع نشر السنۃ لاہور

یعنی حسین جعفی سے بڑھ کر زیادہ متقن (مضبوط حافظہ والا) میں نے نہیں دیکھا۔

لہذا ایسے متقن اور ثقہ راوی کے بارے میں بغیر دلیل کہ سوء ظن رکھنا کہ وہ ابن جابر اور ابن تمیم کے درمیان فرق نہ کر سکا بڑی بے انصافی ہے۔ باقی ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ ''یہ حدیث (اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی) منکر ہے میں نہیں مانتا کہ حسین الجعفی کے بغیر کسی نے اس روایت کو بیان کیا ہو۔''

یہ بھی عجیب ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، کیونکہ دوسرے کسی نے یہ روایت نہیں کی ہے کسی دوسرے کا یہ روایت کرنا کوئی نکارت کی علت نہیں بن سکتی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح میں پہلی روایت (انما الاعمال بالنیات) بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی دوسرے سے وارد نہیں ہے اور ان سے بھی صحیح سند کے ساتھ روایت کرنے والا ایک ہی راوی ہے۔ جب کہ

اس سے بھی روایت کرنے والاایک ہے اس کے بعدنیچے جاکر کئی شاگرد بنتے ہیں۔

کیا یہ روایت اس لیے منکر کہی جائے گی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والااور پھر ان سے بیان کرنے والاایک ہی راوی ہے؟ ہر گز نہیں! جب کہ حسین جعفی ثقہ اور متقن حافظہ کا مضبوط ہے اس کے اوپر جرح بھی ثابت نہیں ہے تو ایسے ثقہ کی روایت کو منکر قرار دینا سراسر ناانصافی ہے۔

علاوہ ازیں منکر قرار دینے کا سبب یہ بھی ہوتا کہ حسین جعفی اس حدیث میں کسی اوثق (اپنے سے زیادہ ثقہ) کی مخالف کی ہو، لیکن ایسا بھی نہیں ہے اور نہ ہی متن میں ایسی کوئی بات ہے جو دوسری احادیث کے مخالف ہو بلکہ متن کے تو کتنے ہی دوسرے صحیح شاہد موجود ہیں۔ جمعہ کے بارے میں جو کچھ بیان ہے اس کی مؤید سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو کہ مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ وغیرہم میں مذکور ہے جو معنی کے اعتبار سے اس حدیث کے متفق ہے۔

اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو مٹی وغیرہ نہیں کھاتی اس کے بھی شواہد موجود ہیں اور اس کا شاہد وہ صحیح حدیث بھی ہے کہ آپ ﷺ نے معراج کی رات دیکھا کہ موسی علیہ السلام قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں قبر میں نماز تب ہی پڑھی ہوگی، جب ان کا جسم اطہر صحیح سلامت ہوگا حضرت موسی علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کتنا بڑا وقفہ ہے وہ ہر کوئی جانتا ہے لیکن اتنے طویل بلکہ اطول عرصہ کے بعد بھی ان کا جسم مبارک صحیح سالم تھا بہر حال یہ حدیث صیح بھی اس حدیث مبارک کے اس ٹکڑے :

((إن اللہ حرم علی الأرض)) (الحدیث)

کی مؤید ہے اسی طرح آپ ﷺ کے پاس امت کے درود وسلام کا پہنچنا بھی کتنی ہی احادیث صحیحہ میں موجود ہے جن میں یہ بیان ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی کے فرشتے امت کی طرف سے بھیجے گئے صلوۃ وسلام کو پہنچاتے ہیں۔ اب بتایا جائے کہ آخر اس حدیث میں کون سا ٹکڑا منکر ہے جو دوسری احادیث صحیحہ کی مخالف میں ہے جس کی وجہ سے اس کو منکر کہا جاتا ہے۔ جب سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور متن کسی دوسرے صحیح متن کے مخالف ومنافی نہیں تب بھی اس کو منکر سمجھنا ماسوائے زوری اور دھاندلی کے اور کچھ نہیں ہے۔

امام ابوحاتم کا مقام ومرتبہ بلاشبہ بلند ہے ہم اس کے علم کے مقابلے میں جہلا کے قریب ہیں، تاہم جو بھی انسان اگرچہ وہ امامت کے مرتبہ پر فائز ہو لیکن اس سے غلطی اور سہو وخطا بہر حال ممکن ہے بلکہ وقوع پذیر ہے، لہذا بلا دلیل اور ٹھوس ثبوت کے یہ کہنا کہ یہ روایت منکر ہے ہر گز قابل قبول نہیں ہے بلکہ مردود ہے۔

خلاصہ کلام کے اس سند کے راوی حسین جعفی کا اس روایت میں غلطی سے ابن تمیم کو ابن کہنے والی بات میں صرف امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے نہیں دی ہے بلکہ ''یقال'' کہہ کر کسی غیر معلوم محدث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ اشارہ امام ابوحاتم کی طرف ہی ہو لیکن چونکہ امام ابوحاتم الرازی کی یہ علت صحیح نہیں ہے اس لیے ان کا نام لینے کے بجائے مجہول فعل استعمال کرکے اس علت کی تمریض کی طرف اشارہ کیا ہے۔ واللہ اعلم

باقی دوسرے اکثر ائمہ حدیث جن میں امام دارقطنی جیسے معتدل امام کا بھی نام شامل ہے وہ عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے حسین بن علی الجعفی کے سماع کے قائل ہیں۔

علاوہ ازیں حسین جعفی کے سماع کے لیے یہ بھی زبردست دلیل وثبوت ہے کہ صحیح ابن حبان میں یہ حدیث مبارکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس سند کے ساتھ لائے ہیں۔

((حدثنا ابن خزیمۃ حدثنا ابوکریب حدثنا حسین بن علی حدثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر ح))

کہ اس سند میں حسین جعفی ابن جابر سے سماع کی (حدثنا) کہہ کر تصریح کررہے ہیں۔''

لہذا عدم سماع کا قول مردود ہے ورنہ اگر ان کا سماع ابن جابر سے نہ ہوتا تو حدثنا کہنے سے یہ سیدھا سادا جھوٹ ہوا۔ حالانکہ حسین جعفی نہ جھوٹا نہ مجروح بلکہ ثقہ، متقن اور پختہ عابد راوی ہے۔ لہذا جب ایسا پختہ راوی اپنی تصریح کرتا ہے تو باقی سارے ظنون اور بے دلیل قیاسات، شکوک وشبہات ختم ہوجانے چاہئیں۔

جن لوگوں نے اس روایت میں یہ علت پیش کی ہے کہ امام علی بن المدینی حسین بن علی الجعفی سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے :

((حدثنا ابن عبدالرحمن بن یزید بن جابر سمعتہ یذکر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس الحدیث))

''اوران کا کہنا ہے کہ ابن جابر ابوالاشعث الصنعانی سے سماع کی تصریح نہیں کی ہے لیکن یہ علت بھی قادحہ نہیں ہے۔''

کیونکہ کتب رجال (التہذیب) وغیرہ میں ابن جابر کے اساتذہ میں ابوالاشعث الصنعانی کا نام بھی ہے۔ اور علی بن المدینی روایت سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوا کہ ابن جابر ابوالاشعث سے عنعنہ کیا ہے اور ابن جابر مدلس بھی نہیں ہے۔ لہذا اس کی عنعنہ بھی سماع پر محمول ہے۔ (کمالا یخفی علی ممارس کتب اصول الحدیث)

مزید علی بن المدینی کی روایت میں بھی حسین بن علی جعفی اس جابر سے تحدث کی تصریح کی ہے یعنی امام ابن المدینی بھی امام ابن خزیمہ سے حسین جعفی کی ابن جابر سے سماع کی تصریح میں متفق ہے۔ فنعم الوفاق وجند الاتفاق اس سے بھی ثابت ہوا کہ حسین جعفی کا سماع ابن جابر سے ثابت ہے۔ فالحمدللہ علی ذالک

باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں میں نماز پڑھنا یا زندہ ہونا۔ یہ سارا برزخی معاملہ ہے اس کو دنیا کے معاملے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ شہداء بھی تو قرآنی نص کے مطابق زندہ ہیں لیکن دنیاوی زندگی ان کی بھی فی الحال ختم ہوچکی ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام کی بھی برزخی زندگی کو تصور کرنا چاہیئے۔

بہرحال وہ عالم برزخ کے معاملات ہیں ان پر جتنا کتاب وسنت سے ثابت ہے ویسا ایمان رکھنا ہے کمی کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ قرآنی ارشاد عالیہ ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (الاسراء:٣٦)

''اور جس چیز کا تجھے علم نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ بلاشبہ کان، آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

بہرحال آپ کے سوال کا جواب راقم الحروف نے اپنے قصور علم کے اعتراف کے باوجود جتنا رب کریم نے سمجھایا عرض رکھ دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ ہی سوچیں کہ میں اس میں کتنا کامیاب ہوں۔

میرے لیے کوئی دوسری خدمت ہو تو حاضر ہوں۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ راشدیہ

صفحہ نمبر 522

محدث فتویٰ